Al-Qalam القلم

p-ISSN: 2071-8683, e-ISSN: 2707-0077

Volume:27, Issue:1, 2022, pp. 213-231

تصورِ مال و دولت اور نبوی ﷺ منہج تزکیۂ نفوس

The concept of wealth and the Prophet's method of purifying the population

Nasara Akbar
PHD Scholar,
Institute of Islamic Studies, Punjab University,
Lahore, Pakistan

Dr. Ghulam Ali Khan
Professor (R)
Institute of Islamic Studies, Punjab University,
Lahore, Pakistan

KEYWORDS

Concept of property, Equanimity, Islamic economic system, Islamic teachings

ABSTRACT

From the economic point of view Seerah of the Prophet PBUH emphasise the importance of Islamic teachings. The system of equanimity found in the biography of the Prophet Muhammad (PBUH), is a combination of moral ethics and social economic balance. The Islamic economic system is based on the concept of the Allah's property. According to the Quran, so man is the caliph of Allah. As wealth is one of the testful things therefore, rules and regulations are determined for us. Islam neither denies the individual property nor infinite. The Seerah provides such principles in this regard which covers all requirements regarding the correction of these aspects because when greed, malice, selfishness, and self-interest prevail over human behaviour the element of spending and benefiting from the letter of collective interest disappears this not only creates a tendency towards riches but also creates an attitude of self interest in all aspects of life. But on the negative sides of these properties, Islam does not claim the right of the private sector without participation, but the demands that the other members of the society participate in it. The Prophet (PBUH) gave humanity a useful distinguished and just concept of property.

Date of Publication: 26-06-2022

تمہید

رسول اللہ ﷺ کا عطا کردہ نظام معیشت ایک ایسا منصفانہ نظام ہے جس میں ہر شخص کی اخلاقی، معاشرتی معاشی بہبود کا خیال رکھا جاتا ہے۔ یہ نظام ہر لحاظ سے یکتا امتیازی حیثیت کا حامل اور انتہائی جامع ہے۔ چنانچہ اس نظام اور اس کی عملی تنقید کے لیے اس کی تعلیمات کا ادراک بہت ضروری ہے۔ دین اسلام میں سب سے پہلے یہ حقیقت واضح کر دی گئی ہے کہ کائنات کی ہر چیز اللہ رب العزت کے تصرف میں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ مَنۢ بِيَدِهِۦ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ﴾([1]) پوچھو وہ کون ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا اختیار ہے اور وہ پناہ دیتا ہے لیکن اس کے مقابل میں پناہ نہیں دی جاسکتی، اگر تم جانتے ہو۔ ایک اور جگہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿أَفَرَءَيْتُم مَّا تَحْرُثُونَ ۝ ءَأَنتُمْ تَزْرَعُونَهُۥٓ أَمْ نَحْنُ ٱلزَّٰرِعُونَ۔۔۔ أَفَرَءَيْتُمُ ٱلْمَآءَ ٱلَّذِي تَشْرَبُونَ ۝ ءَأَنتُمْ أَنزَلْتُمُوهُ مِنَ ٱلْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ ٱلْمُنزِلُونَ ۝ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنَٰهُ۔۔۔ ءَأَنتُمْ أَنشَأْتُمْ شَجَرَتَهَآ أَمْ نَحْنُ ٱلْمُنشِـُٔونَ﴾([2]) تو بھلا بتاؤ تو جو بوتے ہو۔ کیا تم اس کی کھیتی بناتے ہو یا ہم بنانے والے ہیں۔۔۔ تو بھلا بتاؤ تو وہ پانی جو پیتے ہو۔ کیا تم نے اسے بادل سے اتارا یا ہم ہیں اُتارنے والے۔ ہم چاہیں تو اُسے کھاری کر دیں پھر کیوں نہیں شکر کرتے۔ تو بھلا بتاؤ تو وہ آگ جو تم روشن کرتے ہو۔ کیا تم نے اس کا پیڑ پیدا کیا یا ہم ہیں پیدا کرنے والے۔ ملکیت کا یہ تصور انسان کے اندر کسی مال کی نسبت صرف دو حقوق کے مجموعے سے عبارت ہے:

(۱) حق قبضہ (۲) تصرف

قرآن حکیم کی روشنی میں نبی رحمت ﷺ کے عطا کردہ اعلیٰ انقلابی تصور ملکیت کے مطابق انسان کو اپنی مملوکہ اشیاء کی صرف ملکیتی حیثیت کا مختار بنایا گیا ہے۔ گویا اموال کے قبضہ و تصرف میں ممکن ہے کہ صرف ایک ہی شخص نجی حق رکھتا ہو۔ کسی اور کی اس میں کوئی شرکت نہ ہو۔ مگر ان ہی اموال کے منفعتی پہلو پر اسلام اس کے محض بلاشرکت غیر نجی حق کو گوارا نہیں کرتا بلکہ مطالبہ کرتا ہے کہ اس سے معاشرے کے دوسرے افراد بھی شریف ہوں۔ اللہ رب العزت فرماتا ہے: ﴿ءَامِنُوا۟ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَأَنفِقُوا۟ مِمَّا جَعَلَكُم مُّسْتَخْلَفِينَ فِيهِ ۖ فَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مِنكُمْ وَأَنفَقُوا۟ لَهُمْ أَجْرٌ كَبِيرٌ﴾([3]) اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی راہ (میں) کچھ وہ خرچ کرو جس میں تمہیں اَوروں کا جانشین کیا تو جو تم میں ایمان لائے اور اس کی راہ میں خرچ کیا اُن کے لیے بڑا ثواب ہے۔

قرآن پاک نے اسی بات کی مزید وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُنفِقُوا۟ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ وَلِلَّهِ مِيرَٰثُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ﴾([4]) اور تمہیں کیا ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو حالانکہ آسمانوں اور زمین سب کا وارث اللہ ہی ہے۔ ﴿وَهُوَ ٱلَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَٰٓئِفَ ٱلْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَآ ءَاتَىٰكُمْ ۗ إِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ ٱلْعِقَابِ وَإِنَّهُۥ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌۢ﴾([5]) اور وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں ایک دوسرے کا جانشین بنایا اور ایک کے درجے دوسرے پر بلند کیے تاکہ جو کچھ

اس نے تمہیں بخشا ہے اس میں تم کو آزمائے، بیشک تیرا رب جلد پاداش عمل دینے والے بھی اور وہ بخشنے والا اور مہربان بھی ہے۔ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: يَا ابْنَ آدَمَ إِنَّكَ أَنْ تَبْذُلَ الْفَضْلَ خَيْرٌ لَكَ، وَأَنْ تُمْسِكَهُ شَرٌّ لَكَ، وَلَا تُلَامُ عَلَى كَفَافٍ، وَ ابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ[6] اے ابن آدم ضرورت سے زائد مال خرچ کر دینا تیرے لیے زیادہ اچھا ہے اور اگر تو اس مال کو خرچ کر دینے سے روک لے گا تو یہ تیرے لیے باعث شر ہو گا۔ البتہ بقدر ضرورت بچا کر رکھنا تمہارے لیے باعث عار نہیں ہو گا اور انفاق کا آغاز اپنے قرابت داروں سے کر۔ حضور اکرم ﷺ کا نظام معاش اللہ تبارک و تعالیٰ کے تصور ربوبیت مالکیت و حاکمیت پر ہے۔ اس لیے اسلام میں اصلاً کوئی انسان کسی چیز کا حقیقی مالک نہیں۔

زندگی کے معاشی استحکام کا تصور

فی الحقیقت مال وہی جس کے اندر طبعاً انسانوں کے لیے نفع کا سامان موجود ہو۔ اللہ رب العزت نے انسانوں کو مختلف اشیاء و اموال پر ملکیت یعنی قبضہ و تصرف کا حق اس لیے عطا فرمایا ہے کہ اسے بروئے کار لا کر وہ ان اموال پر محنت کریں اور ان کے اندر تخلیق کی گئی خوابیدہ منفعتوں اور افادیتوں کو بروئے کار لا سکیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَقَدْ مَكَّنَّٰكُمْ فِي ٱلْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَٰيِشَ ۗ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ﴾[7]

اور بے شک ہم نے تمہیں زمین میں ٹھکانا دیا اور تمہارے لیے اس میں زندگی کے اسباب بنائے بہت ہی کم شکر کرتے ہو۔

حضور اکرم ﷺ نے اپنی تعلیمات سے معاشرے میں معاشی استحکام پیدا فرمایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: طَعَامُ الْوَاحِدِ يَكْفِي الِاثْنَيْنِ، وَطَعَامُ الِاثْنَيْنِ يَكْفِي الْأَرْبَعَةَ، وَطَعَامُ الْأَرْبَعَةِ يَكْفِي الثَّمَانِيَةَ[8] ایک آدمی کا کھانا دو کے لیے کافی ہو جاتا ہے۔ اور دو کا کھانا چار کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔ اور چار کا کھانا آٹھ کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔ ذرائع معیشت کی تلاش اور بروئے کار لانے کے باب میں حضور اکرم ﷺ نے مردہ اور غیر آباد زمینوں پر ان کے آباد کرنے والے کو حق ملکیت عطا فرمایا۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے: مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَيْتَةً فَهِيَ لَهُ۔[9] جو شخص بنجر زمین کو آباد کرے تو وہ اسی کا ہے۔ حضرت ابو حمید الساعدیؓ سے روایت ہے: عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَجْمِلُوا فِي طَلَبِ الدُّنْيَا، فَإِنَّ كُلًّا مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ»[10] رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دنیا کی طلب میں اعتدال سے کام لو اس لیے کہ ہر ایک کو وہ ضرور ملے گا جو اس کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔

کسبِ معاش کی پابندی کا تصور

اسلام کے دیئے ہوئے تصور معیشت کے تحت ہر شخص حتی المقدور کسب معاش کا پابند ہے۔ ایک ایسا معاشرہ جہاں افراد معاشرہ کی تخلیقی سرگرمیوں کی بجائے عضو معطل بن جائیں کسی طور پر ایک فلاحی اور اہل انفاق کا معاشرہ نہیں بن سکتا۔ سو ایسے افراد کو اسلامی معاشرہ قطعاً گوارہ نہیں کرتا۔ کسب معیشت کی اہمیت کو قرآن حکیم نے بجا بیان فرمایا ہے: ﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ لَكُمْ رِزْقًا فَٱبْتَغُواْ عِندَ ٱللَّهِ

ٱلرِّزۡقَ﴾([11]) تم تو اللہ کے سوا بُتوں کو پوجتے ہو اور نِرا جھوٹ گڑھتے ہو بے شک وہ جنھیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو تمہاری روزی کے کچھ مالک نہیں تو اللہ کے پاس رزق ڈھونڈو۔﴿وَءَاخَرُونَ يَضۡرِبُونَ فِي ٱلۡأَرۡضِ يَبۡتَغُونَ مِن فَضۡلِ ٱللَّهِ﴾ ([12]) اور کچھ زمین میں سفر کریں گے اللہ کا فضل تلاش کرنے کے لیے۔﴿لِّلرِّجَالِ نَصِيبٞ مِّمَّا ٱكۡتَسَبُواْۖ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيبٞ مِّمَّا ٱكۡتَسَبۡنَۚ﴾([13]) مردوں کے لیے ان کی کمائی سے حصّہ ہے اور عورتوں کے لیے ان کی کمائی سے حصہ ہے۔

نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: **لَا تناموا عَن طلب أرز اقكم فِيمَا بَين صَلَاة الْفجْر إِلَى طُلُوع الشَّمْس** ([14]) فجر کی نماز سے لے کر طلوع شمس تک رزق کی جدوجہد کیے بغیر نیند نہ کرو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فجر کی نماز سے لے کر طلوع شمس تک رزق کی جدوجہد کیے بغیر نیند نہ کرو۔ **خير الكسب كسب العامل اذا نصح۔** ([15]) بہترین کمائی مزدور کی ہے۔ بشرطیکہ وہ خیر خواہی اور بھلائی کے ساتھ والے کا کام انجام دے۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ تاکید بھی فرمادی: **عَنْ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا تَزُولُ قَدَمُ ابْنِ آدَمَ يَوْمَ القِيَامَةِ مِنْ عِنْدِ رَبِّهِ حَتَّى يُسْأَلَ عَنْ خَمْسٍ، عَنْ عُمُرِهِ فِيمَ أَفْنَاهُ، وَعَنْ شَبَابِهِ فِيمَ أَبْلَاهُ، وَمَالِهِ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيمَ أَنْفَقَهُ**([16] مال و دولت انسان کے لیے بہت بڑی آزمائش کا ذریعہ ہے یہ انسان کی دنیا و آخرت کچھ کامیابی سے سرخرو بھی کرتی ہے اور تباہ بھی۔ رسول اللہ ﷺ نے عملی زندگی سے بہترین نمونہ پیش فرمایا اور دولت کو اللہ رضا میں خرچ کرنے کی ترغیب دی۔ حق ملکیت کی صحت و مشروعیت کے بارے نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: **مَا مِنْ صَاحِبِ كَنْزٍ، لَا يُؤَدِّي حَقَّهُ، إِلَّا جَعَلَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُحْمَى عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ، فَتُكْوَى بِهَا جَبْهَتُهُ وَجَنْبُهُ وَظَهْرُهُ**([17]) جس کے پاس مال ہو وہ اس کا حق ادا نہ کرتا ہو تو قیامت کے روز اللہ اسے اس طرح کردے گا کہ اس کا مال جہنم کی آگ میں گرم کیا جائے گا پھر اس سے اس کی پیشانی، پسلی اور پیٹھ کو داغا جائے گا۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد شکیل اوج لکھتے ہیں:

> دنیا کے ہر معاشی نظام کی طرح اسلام کا معاشی نظام بھی دراصل تصور ملکیت پر قائم ہے۔۔۔اسلام کے نظام معیشت میں ملکیت کا تصور کسی مال کی نسبت فقط دو حقوق کے مجموعہ سے عبارت ہے۔ اولاً حق تصرف چنانچہ کسی مال پر جب کسی شخص کا اپنا قبضہ قائم کرنے اور اس میں سے حسب منشاء تصروف و اختیار کا حق مل جائے تو اس کو ملکیت کہتے ہیں۔ اس مال سے نفع اُٹھانا دراصل ملکیت نہیں بلکہ ضرورت ملکیت کی علت ہے بایں طور پر مال کے دو پہلو متعین ہوئے (۱) مال کا منفعتی پہلو (۲) مال کا ملکیتی پہلو۔ واضح ہو کہ اسلام نے انسان کو اشیاء مملوکہ کی صرف ملکیتی حیثیت کا مختار بنایا ہے۔ منفعتی حیثیت نہیں یعنی مال کے منافع میں اس کے حقوق مطلق اور بلاشرکت غیرے تسلیم نہیں گئے ہیں۔

خلیفہ اور نائب کی حیثیت سے مال میں ملکیت انسان کو اگرچہ حاصل ہے لیکن یہ ملکیت بھی دو طرح کا ہے:

۱۔ ملکیت خاص، ۲۔ ملکیت عام

ملکیت خاص: اس کا تعلق معاشرے کے مخصوص افراد کے ساتھ ہے۔ اسلام مخصوص افراد کی ملکیت کا حامی اور ان کے حقوق کی حفاظت اور رعایت کا علمبردار ہے۔ چنانچہ کسی آدمی کا مال ناجائز طریقے سے لینا ممنوع ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: **فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ بَيْنَكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا فِي بَلَدِكُمْ هَذَا** ([18]) بے شک تمہارا خون، تمہارے اموال اور تمہاری عزتیں تم پر حرام کی گئی ہیں اس مباک دن اس مبارک مہینے اور اس مبارک شہر کی حرمت کی طرح ہے۔

ملکیت عام: ملکیت عام کا مطلب یہ ہے کہ کسی چیز کے ساتھ تمام افراد کی ملکیت متعلق ہو۔ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: **الْمُسْلِمُونَ شُرَكَاءُ فِي ثَلَاثٍ: الْمَاءِ وَالْكَلَأِ وَالنَّارِ** ([19]) مسلمان تین چیزوں میں آپس میں شریک ہیں: (۱) پانی (۲) خوردرو گھاس، (۳) آگ۔

انفرادی مفادات پر اجتماعی مفاد کو ترجیح

ملکیت کے مندرجہ بالا تصور میں انفرادی ملکیت کی نفی نہیں کی گئی بلکہ جہاں انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دی ہے وہاں افراد معاشرہ کی ملکیت کو تسلیم کرتے ہوئے یہ ترغیب دی۔ ﴿وَفِيٓ أَمۡوَٰلِهِمۡ حَقّٞ لِّلسَّآئِلِ وَٱلۡمَحۡرُومِ﴾ ([20]) اور ان کے اموال میں سائل اور محروم لوگوں کا حق ہے۔ اسلام انفرادی حق مفاد کو تسلیم کرتا ہے۔ اسے جائز قرار دیتا ہے جہاں بھی انفرادی مفاد کی وجہ سے اجتماعی مفاد پر زد پڑتی ہو وہاں اجتماعی مفاد کو انفرادی مفاد پر ترجیح دی جائے گی۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ کی احادیث مبارکہ سے اس اصول کی وضاحت ہوتی ہے: **عَنْ أَبْيَضَ بْنِ حَمَّالٍ، أَنَّهُ وَفَدَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَقْطَعَهُ الْمِلْحَ - قَالَ ابْنُ الْمُتَوَكِّلِ: الَّذِي بِمَأْرِبَ فَقَطَعَهُ لَهُ - فَلَمَّا أَنْ وَلَّى قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْمَجْلِسِ: أَتَدْرِي مَا قَطَعْتَ لَهُ؟ إِنَّمَا قَطَعْتَ لَهُ الْمَاءَ الْعِدَّ، قَالَ: فَانْتَزَعَ مِنْهُ** ([21]) حضرت ابیض بن حمال بیان کرتے ہیں کہ وہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مآرب میں نمک کی جو جھیل تھی کہ اس کو عطیہ کے طور پر مانگا۔ آپ ﷺ نے اجازت دے دی۔ ایک شخص نے یہ دیکھ کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے نمک کا ہمیشہ رہنے والا خزانہ کیوں اس کے حوالے کر دیا۔ آپ ﷺ نے اس کی اصلی حقیقت سے آگاہی کے بعد واپس اور دینے سے انکار کر دیا۔

تزکیہ نفس

رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کرنے سے جہاں انسانی خدمت کے میدان و اطراف کا پتہ چلتا ہے۔ وہاں انسانی خدمت میں کارفرما عوامل و عناصر ترکیبی کا بھی ادراک ہوتا ہے اگر ان عناصر کو پیش نظر نہ رکھا جائے تو انسانی خدمت کا عمل بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے وہ عناصر ہیں اکرام، انصاف، ایثار اور تزکیہ نفس۔ ارشادِ ربانی ہے: ﴿لَقَدۡ مَنَّ ٱللَّهُ عَلَى ٱلۡمُؤۡمِنِينَ إِذۡ بَعَثَ فِيهِمۡ رَسُولٗا مِّنۡ أَنفُسِهِمۡ يَتۡلُواْ عَلَيۡهِمۡ ءَايَٰتِهِۦ وَيُزَكِّيهِمۡ﴾ ([22]) بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو

ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انھیں پاک کرتا ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے: ﴿هُوَ ٱلَّذِي بَعَثَ فِي ٱلۡأُمِّيِّـۧنَ رَسُولٗا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُواْ عَلَيۡهِمۡ ءَايَٰتِهِۦ وَيُزَكِّيهِمۡ وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلۡكِتَٰبَ وَٱلۡحِكۡمَةَ وَإِن كَانُواْ مِن قَبۡلُ لَفِي ضَلَٰلٖ مُّبِينٖ﴾ ([23]) وہی ہے جس نے اَن پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا کہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب اور حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں اور بے شک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔ آپ ﷺ کی تمام جدوجہد کی غرض و غایت اور مقصود و منتھا انسانی نفوس کا تزکیہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے متعلق آیات قرآنیہ کا مطالعہ کرنے سے اس عظیم مقصد کی وضاحت ہوتی ہے۔ جس کی خاطر آپ ﷺ پوری زندگی کے شب و روز اور مہ و سال اور مصروف عمل ہے۔

تزکیہ دراصل ہے کیا؟

تزکیہ سے مراد تطہیر نفس ہے۔ جس نفس نے تطہیر حاصل کرلی وہ ہر قسم کی برائیوں سے بچ جائے چاہے وہ زندگی کا سماجی شعبہ ہو معاشی ہو یا سیاسی۔ امام فخر الدین رازی نے تزکیہ سے مراد تطہیر کے لیے ہیں۔ **قدافلح من تزکی** کی تفسیر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: **تطہر من دنس الشرک**۔([24]) احمد مصطفیٰ المراغی لکھتے ہیں: **ای ویطہر نفوسھم من الشرک وضروب المعاصی التی تدسیھا وتفسد الاخلاق وتقوص نطم المجتمع ویعودھا الاعمال الحسنۃ التی تطبع فیھا ملکات الخیر التی ترضی المولی جل وعلا**۔([25]) وہ ان کے نفوس کو شرک اور اخلاق کو بگاڑنے والے اور منظم معاشرے کو منہدم کر دینے والے گناہوں سے پاک کرتا ہے ان کو ایسے اعمال حسنہ کا خوگر بناتا ہے جن سے اللہ رب العزت کو راضی کرنے والی چیز کی صلاحیتیں اُجاگر ہوتی ہیں۔

مولانا مودودیؒ نے تزکیہ کے جامع معنی مراد لیے ہیں:

> تزکیہ اور سنوارنے کا عمل انسانی خیالات، عادات، معاشرت، تمدن، سیاست غرض ہر چیز پر محیط ہے۔([26])

علامہ شبلی نعمانیؒ کے نزدیک: اس کے معنی پاک صاف کرنا، نکھارنا، اور میل کچیل دور کرنا ہے۔ قرآن پاک میں اس لفظ اس معنی میں استعمال کیا ہے کہ نفس انسانی کو ہر قسم کی نجاستوں اور آلودگیوں سے نکھار کر صاف ستھرا کیا جائے۔([27])

امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں: پھر یہ حقیقت بھی قرآن مجید سے ثابت ہے کہ تزکیہ ہر شخص کی فلاح اور نجات آخرت کے لیے ایک ضروری شرط ہے۔([28]) ***ملک شیر محمد خان اعوان لکھتے ہیں:*** تزکیہ قلوب کے سلسلے میں تاریخ میں مختلف کردار سامنے آتے ہیں۔ جناب خلیل علیہ السلام نے روح کے تزکیہ کے لیے عملاً درس توحید دے کر انسان کو اللہ رب العزت کی بارگاہ میں جھکانے کی کوشش کی۔۔۔۔۔ جناب ختمی المرتبت کی اس میدان میں بھی شان الگ ہے۔ انہوں نے اپنے عمل سے پیروکاروں میں زہد، صبر، توکل، تسلیم، رضا، قناعت فقر اور ریاضت مسلسل کی صفات عظمیٰ پیدا کیں اور نفوس کو ایسی پاکیزگی عطا کی کہ ان کے صحابہ جیسے مثال کہیں نہیں

ملتی۔([29])رسول اکرم ﷺ کا تزکیہ و تطہیر کا نظام بڑا ہی جامع ہے۔ آپ ﷺ نے افکار کے تزکیہ و تطہیر کی بنیاد کلمہ لا الہ الا اللہ کو بنایا۔ تطہیر اعمال کے لیے اپنی زندگی کا عملی اور اعلیٰ نمونہ پیش فرمایا۔ دین اسلام کا پورا نظام افکار و اعمال، عبادات و معاملات تزکیہ و تطہیر کے اعلیٰ مقاصد پر مشتمل ہے۔ **شیخ عمر فاروق لکھتے ہیں:** دراصل انبیاء ورسل کی معاشی و معاشرتی سیاسی اور اخلاقی زندگی کا مکمل ڈھانچہ لوگوں کے لیے نمونہ ہوتا ہے اور یہ تبھی ممکن ہے جب اپنا بھی انسانی جنس سے ہی ہو"۔([30])

ملکیت اموال کا تصور امانت

معاشی زندگی میں فساد اور خرابیوں کی ایک بڑی روایتی وجہ تصور ملکیت ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ملکیت اموال کے بارے میں یہ بنیادی اصول عطا فرمایا کہ اس سے مراد ملکیت نہیں محض امانت و نیابت ہے۔ یہاں "مالک" کا لفظ حقیقی معنی میں نہیں فقط امین اور نائب کے معنی میں بولا جاتا ہے۔ اسلام کے نظام معیشت میں ملکیت کا یہ اضافی مفہوم سب سے زیادہ بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔

تمام مال ملکیت الٰہیہ ہے

قرآن مجید میں قطعی طور پر اس حقیقت کو آشکار کیا گیا ہے کہ زمین و آسمان میں جو کچھ بھی ہے وہ اللہ رب العزت کا تخلیق کردہ ہے۔ وہی ان کے نظام سے واقف ہے اور احسن طریقے سے اس نظام کو چلا رہا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:﴿لِلَّهِ مَا فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِي ٱلْأَرْضِۗ۔۔۔۔۔۔۔ مَن يَشَآءُۗ وَٱللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾([31]) اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اگر تم ظاہر کرو جو کچھ تمہارے جی میں ہے یا چھپاؤ اللہ تم سے اس کا حساب لے گا تو جسے چاہے گا بخشے گا اور جسے چاہے گا سزا دے گا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔﴿أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ ٱللَّهَ لَهُۥ مُلْكُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ﴾([32]) کیا تجھے خبر نہیں کہ اللہ ہی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی۔ چنانچہ مال و املاک کی ملکیت کو مقصد حیات بنانا غلط ہے یہ تو مقصد زندگی حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں۔ حقوق ملکیت کا بے قید ہونا، انابت اور احکام خداوندی سے انحراف کے مترادف ہے۔ اسی مقصد حیات کو پانے کے لیے انسانی نفس کا تزکیہ ضروری ہے جو کہ ایک وسیع اور ہمہ جہت عمل ہے۔

سید جلال الدین عمری لکھتے ہیں:

> تزکیہ اللہ سے قریب ہونے اور خود کو اللہ رب العزت کے حوالے کر دینے کا نام ہے۔ یہ اپنی شخصیت کو پوری طرح اسلام کے سانچے میں ڈھال دینے کا عمل ہے۔([33])

رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں میں سے ایک دعا یہ بھی تھی: **اللَّهُمَّ آتِ نَفْسِي تَقْوَاهَا، وَزَكِّهَا أَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا، أَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا**۔([34]) اللہ! تو میرے نفس کو تقویٰ عطا کر، اسے (برائیوں سے) پاک کر دے، تو ہی بہترین پاک کرنے والا ہے، تو ہی اس کا مالک اور سرپرست ہے۔ **عبد المصطفیٰ اعظمی لکھتے ہیں:** خوراک پوشاک مکان و سامان رہن سہن غرض حیات مبارک کے ہر گوشے میں آپ ﷺ کا زہد اور دنیا سے بے رغبتی کا

عالم اس قدر نمایاں تھا کہ جس کو دیکھ کر یہی کہا جاسکتا ہے کہ دنیا کی نعمتیں اور لذتیں آپ ﷺ کی نگاہ نبوت میں ایک مچھر کے پر سے بھی زیادہ ذلیل وحقیر ہیں۔([35])

انفاق فی المال

انفاق فی سبیل اللہ، اللہ رب العزت کی راہ میں خرچ کرنا ہے۔ دین اسلام کے نقطہ نظر سے انفاق فی المال در حقیقت اپنے سرمایہ و دولت کو دوسروں پر اس طرح خرچ کرنا ہے کہ ان کا معاشی تعطل ختم ہو جائے اور ان کی تخلیقی جدوجہد بحال ہو جائے۔ انفاق فی المال احسان کی اعلیٰ شکل اور اساس ہے۔ اس کی بہترین مثال مواخات مدینہ ہے جو دینی و دنیاوی بھلائی وترقی وخوشحالی، رواداری اور معاشرتی ومعاشی ترقی کا آئینہ دار ہونے کے ساتھ فعل احسان کا عملی اظہار بھی ہے۔ ہر انسان اللہ رب العزت کی خوشنودی چاہتا ہے یہی بہترین ذریعہ رضا ہے۔ اسلام کے معاشی نظام میں جہاں پیدائش دولت، اکتساب دولت کی ترغیب دی گئی ہے وہاں تقسیم دولت کی طرف بھی توجہ مبذول کروائی گئی ہے۔ قرآن مجید اور احادیث میں انفاق فی المال کا صراحت کے ساتھ حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَنفِقُواْ مِمَّا رَزَقۡنَٰكُم﴾([36])

اے لوگو جو ایمان لائے خرچ کرو اس میں سے جو دیا ہے ہم نے تم کو۔

﴿مَّثَلُ ٱلَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمۡوَٰلَهُمۡ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنۢبَتَتۡ سَبۡعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنۢبُلَةٖ مِّاْئَةُ حَبَّةٖۗ وَٱللَّهُ يُضَٰعِفُ لِمَن يَشَآءُۚ وَٱللَّهُ وَٰسِعٌ عَلِيمٌ﴾([37]) ان لوگوں کی مثال جو اللہ کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں ایسے ہے جیسے ایک دانہ (زمین میں ڈالیں) سے سات بالیں اُگیں، ہر بالی میں سو سو دانے ہوں اور اللہ جس کے لیے چاہتے ہیں بڑھاتے ہیں اور اللہ نہایت وسعت والے جاننے والے ہیں۔ انفاق فی المال کی ترغیب دلاتے ہوئے نبی رحمت ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا، وَقَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ اللهَ قَالَ لِي: أَنْفِقْ أُنْفِقْ عَلَيْكَ-------أَرَأَيْتُمْ مَا أَنْفَقَ مُذْ خَلَقَ السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ، فَإِنَّهُ لَمْ يَغِضْ مَا فِي يَمِينِهِ»([38]) حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں خرچ کر تجھ پر بھی خرچ کیا جائے گا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ رب العزت کا دایاں ہاتھ بھرا ہوا ہے اور دن رات کی فیاضی سے اس میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتی کیا تم نہیں دیکھتے کہ اس نے آسمان وزمین پیدا کرنے سے کتنی فیاضی کی ہے لیکن اس کے دائیں ہاتھ میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی"۔

عمل انفاق تزکیہ نفس اور تزکیہ مال کا باعث ہے

رضائے الٰہی کا نصب العین کا محرک تزکیہ ہے اور تزکیہ دو طرح کا ہوتا ہے تزکیہ مال اور تزکیہ نفس۔ قرآن پاک کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ تزکیہ کی دونوں صورتیں انفاق پر منحصر ہیں اور دونوں لازم وملزوم ہیں۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿خُذۡ مِنۡ أَمۡوَٰلِهِمۡ صَدَقَةٗ تُطَهِّرُهُمۡ وَتُزَكِّيهِم بِهَا وَصَلِّ عَلَيۡهِمۡۖ إِنَّ صَلَوٰتَكَ سَكَنٞ لَّهُمۡۗ

﴿وَٱللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾([39]) اے نبی! تم ان کے اموال سے زکوۃ لے کر انہیں گناہوں سے پاک اور صاف کرو نیز ان کے حق میں دعائے رحمت کرو، کیونکہ تمہاری دعا ان کے لیے موجب تسکین ہو گی، اللہ تعالیٰ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔ اس اسلوب بیان سے واضح یہ کرنا مقصود تھا کہ صدقہ وانفاق مال و دولت کا تزکیہ و طہارت تو کرتا ہی ہے مزید یہ کہ اس عمل سے انفاق اور صدقہ کرنے والوں کے نفوس کو بھی تزکیہ و طہارت نصیب ہو جاتی ہے۔ عمل انفاق سے حاصل ہونے والا تزکیہ مال بلاشک وشبہ تزکیہ نفس کا باعث بنتا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَسَيُجَنَّبُهَا ٱلْأَتْقَى ٱلَّذِي يُؤْتِي مَالَهُۥ يَتَزَكَّىٰ وَمَا لِأَحَدٍ عِندَهُۥ مِن نِّعْمَةٍ تُجْزَىٰٓ إِلَّا ٱبْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ ٱلْأَعْلَىٰ وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ﴾([40]) اور بہت جلد اس سے دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیز گار ۔جو اپنا مال دیتا ہے کہ ستھرا ہو۔ اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے۔ صرف اپنے رب کی رضا چاہتا جو سب سے بلند ہے۔ اور بے شک قریب ہے کہ وہ راضی ہو گا۔

صرف دولت کے متعلق قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں نے دو دفعہ **ما ذاینفقون** کے الفاظ میں استفسار کیا۔ اس سوال کے بارے میں پہلا جواب جو قرآن نے دیا وہ یہ ہے:

﴿قُلْ مَآ أَنفَقْتُم مِّنْ خَيْرٍ﴾([41])

تم سے پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں تم فرماؤ جو کچھ مال نیکی میں خرچ کرو۔

یعنی خیر اور نیکی کی راہ جسے عموماً دینی مصارف بھی کہتے ہیں۔ اس میں غریبوں مسکینوں کو دینا بھی خیر اور خیرات ہے۔ یتیموں اور اپنے اقرباء اعزاء پر خرچ کرنا بھی خیر ہے۔ حضرت ابوذر غفاریؓ نے صدقہ کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: **فایھا أفضل؟ قال جھد من مقل و ابدأ بمن تقول**([42]) "سب سے بہترین صدقہ اسی شخص کا ہے جو قلیل المال ہو کر مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرے۔ انفاق نہ کرنے والوں کے بارے میں فرمایا: **مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ العِبَادُ فِيهِ، إِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلاَنِ، فَيَقُولُ أَحَدُهُمَا: اللَّهُمَّ أَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا، وَيَقُولُ الآخَرُ: اللَّهُمَّ أَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا**([43]) "کوئی دن ایسا نہیں جاتا کہ جب بندے صبح اُٹھتے ہیں تو دو فرشتے نہ اترتے ہوں ایک فرشتہ تو یہ کہتا ہے کہ اے اللہ خرچ کرنے والے کو بدلہ دیں اور دوسرا کہتا ہے اللہ ممسک اور بخیل کو نقصان سے دو چار کر۔ نبی رحمت ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے فرمایا: **يَا عَائِشَةُ لَا تَرُدِّي المِسْكِينَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ، يَا عَائِشَةُ أَحِبِّي المَسَاكِينَ وَقَرِّبِيهِمْ فَإِنَّ اللَّهَ يُقَرِّبُكِ يَوْمَ القِيَامَةِ**([44]) "اے عائشہ، کسی بھی محتاج اور ضرورت مند کو مایوس نہ کریں خواہ کھجور کی گٹھلی ہی کیوں نہ دے سکے مزید یہ کہ غریب اور محتاج لوگوں سے محبت کیا کرو اور ان سے قربت حاصل کیا کرو۔ بیشک اس صلہ میں اللہ رب العزت روز قیامت اپنے قرب سے نوازیں گے"

سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں: "خود آپ ﷺ کا یہ عمل رہا کہ جو کچھ آیا اللہ رب العزت کی راہ میں خرچ ہو گیا۔ غزوات اور فتوحات کی وجہ سے مال و اسباب کی کمی نہ تھی۔ مگر وہ سب دوسروں کے لیے تھا۔ اپنے لیے کچھ نہ تھا۔ وہی فقر وفاقہ فتح خیبر کے بعد یعنی ۷ھ سے یہ معمول تھا کہ سال بھر کے خرچ کے لیے تمام ازواج مطہرات میں غلہ تقسیم کر دیا جاتا

تھا۔ مگر سال تمام بھی ہونے نہیں پاتا تھا کہ تمام ہو جاتا اور فاقہ پر فاقہ شروع ہو جاتا۔ کیونکہ غلہ بڑا حصہ اہل حاجت کی نذر کر دیا جاتا تھا۔ آپ تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے تمام کسی سائل کے جواب میں نہیں کا لفظ نہیں فرمایا۔ کبھی کوئی چیز تنہا نہ کھاتے تھے۔ کتنی ہی تھوڑی چیز ہوتی۔ آپ ﷺ سب حاضرین کو اس میں شریک کر لیتے تھے"۔(45)

پروفیسر محمد اکرم رضا کے بقول:

> "حضور صاحب لولاک مصطفیٰ ﷺ کی سیرت مطہرہ انسانی زندگی کے ہر پہلو پر محیط ہے۔ آپ ﷺ نے شاہراہ حیات پر تابندہ نقوش ثبت کیے ہیں وہ کائنات کے ہر منشور سے زیادہ قابل عمل ہیں"۔(46)

حدیثِ مبارکہ میں حضرت انسؓ سے روایت آتی ہے:عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْسَنَ النَّاسِ، وَأَجْوَدَ النَّاسِ، وَأَشْجَعَ النَّاسِ(47)"حضرت انسؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ خوبصورت سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ بہادر تھے"۔انسانی نفس میں بخل ایک دیرینہ فطری بیماری جس کا ظہور معاشرتی بے انصافی اور بے مروتی کی صورت میں ہوتا ہے جب بخل سے آلودہ ہو کر انسان کی صفت انسانیت مجروح ہوتی ہے تو اس کے سبب انسان ضرر رساں ہو جاتا ہے۔ جس کے نتیجے میں معاشرے کی اجتماعی زندگی میں انسان غیر مہذب اور آخرت کی زندگی میں عذاب کا مستحق ہو جاتا ہے۔ انفاق و زکوۃ کے نظام سے انسان کے دل کی تنگی ختم ہوتی اور سخاوت، ایثار اور ہمدردی جیسی صفات پروان چڑھنے لگتی ہیں۔ایک حدیث میں آتا ہے: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «بَادِرُوا بِالأَعْمَالِ سَبْعًا هَلْ تُنْظَرُونَ إِلَّا إِلَى فَقْرٍ مُنْسٍ، أَوْ غِنًى مُطْغٍ--(48)"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سات چیزوں کے آنے سے پہلے نیک عمل کر لو کیا تم بھلا دینے والے فقر کا انتظار کرتے ہو یا سرکش کر دینے والی امیری، فاسد کر دینے والی بیماری، مخبوط الحواس کر دینے والے بڑھاپے۔۔۔"حضرت جبیر بن نفیرؓ حضرت ابی درداؓ سے روایت کرتے ہیں:عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «ابْغُونِي ضُعَفَاءَكُمْ، فَإِنَّمَا تُرْزَقُونَ وَتُنْصَرُونَ بِضُعَفَائِكُمْ»(49)"رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا مجھے اپنے ضعیفوں میں تلاش کرو کیونکہ تم لوگوں کو رزق اور مدد کمزوروں کی ہی وجہ سے ملتی ہے"۔

انفاق میں غناء مال اور غناء نفس کا امتیاز

غناء کی دو قسمیں ہیں:(ا)غناء مال (۲) غناء نفس۔رسول اکرم ﷺ کا یہ ارشاد خیر الصدقۃ ماکان عن ظھر غنی۔ دونوں قسموں پر منطبق ہوتا ہے کیونکہ لوگ جو احکام شریعت کے مکلف ہوتے ہیں ان کی بھی دو قسمیں ہیں۔(۱) عوام(۲)خاص۔عوام کے لیے عن ظھر غنی کا وہی معنی ہے جس کا تصریح حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے مروی حدیث سے ہو چکی ہے یعنی صدقے کے باوجود اس قدر مال موجود ہو جو اس کی ضروریات کے لیے کافی رہے اور اس شخص کو مالی پریشانی سے بے نیاز رکھے۔ یہ حکم غناء مال کے مفہوم پر دلالت کرتا ہے۔خواص کے لیے عن ظھر غنی کا معنی وہ ہے جس کی تصریح حضرت ابو بکر صدیقؓ کے عمل ہوتی ہے۔اس حدیث سے مفہوم نکلتا ہے کہ

بہتر صدقہ وہ ہے جس کے پیچھے غنائے نفس ہو۔ اس مفہوم کی تاکید رسول اکرم ﷺ کے اس حکم سے بھی ہوتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: **لَيْسَ الغِنَى عَنْ كَثْرَةِ العَرَضِ، وَلَكِنَّ الغِنَى غِنَى النَّفْسِ**(50)تونگری یہ نہیں ہے کہ سامان زیادہ ہو، بلکہ امیری یہ ہے کہ دل غنی ہو۔

قناعت

قانع سے مراد وہ سائل ہے جو باصرار سوال نہ کرے جو کچھ مل جائے اسی پر راضی ہو جائے۔ حضور اکرم ﷺ نے قناعت و کفاف کے حوالے سے فرمایا: **عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «قَدْ أَفْلَحَ مَنْ أَسْلَمَ، وَرُزِقَ كَفَافًا، وَقَنَّعَهُ اللهُ بِمَا آتَاهُ»**(51)"حضرت عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مراد کو پہنچا اور چھٹکارا پایا اس نے جو اسلام لایا اور موافق ضرورت کے رزق دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی روزی پر قناعت دی"۔

شیخ عمر لکھتے ہیں:

> "قناعت کی ضد حرص ہے قانع انسان تو حق حلال کی روکھی سوکھی کھا کر بھی خوش رہتا ہے۔ مگر حریص انسان کا پیٹ کبھی نہیں بھرتا۔ قانع انسان کی آنکھ میسر ہوتی ہے۔۔۔ گویا قناعت اور سیر چشمی لازم وملزوم ہیں۔ ان دونوں اوصاف کا تعلق دولت کی کمی اور زیادتی سے نہیں ہوتا بلکہ دل کے حریص یا بے نیاز ہونے سے ہوتا ہے۔ دل کا بے نیاز ہونا یہ ہے کہ انسان اللہ رب العزت کے سوا ہر ایک سے بے نیاز ہو۔"(52)

محمد عبد الحکیم شرف قادری لکھتے ہیں:

"حضور سید الکونین ﷺ کا سامان زندگی کیا تھا اور نبی رحمت ﷺ کی ازواج مطہرات کے لیے رسول اللہ ﷺ نے کس قسم کا سامان زندگی مہیا کیا تھا اس کی ایک جھلک ملاحظہ ہو: حضرت عائشہ صدیقہؓ کے گھر میں حضور اکرم ﷺ کا بستر چمڑے کا تھا جس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے۔ حضرت ام سلمہؓ ام المومنین ہونے کے بعد ام المساکین حضرت زینبؓ کا گھر ملا تھا۔ انہیں جو اثاثہ میسر آیا وہ ایک چکی اور چند سیر جو تھے۔ حضرت ابن عباسؓ نے بتایا کہ ان کی خالہ ام المومنین حضرت میمونہؓ کے گھر میں اپنی کا مشک ہوتا تھا۔ حضور سرور کائنات ﷺ نے کسریٰ کے ایک ٹوٹے ہوئے پیالے میں ہی تمام قسم کے مشروبات نوش فرماتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات اپنی ضرورت کی چیزیں گھر میں رکھ کر باقی اللہ رب العزت کی راہ میں غریبوں اور یتیموں میں خیرات کر دیا کرتی تھیں"۔(53) دنیا کے اموال سے بیزاری کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **فَوَاللَّهِ مَا الْفَقْرَ أَخْشَى عَلَيْكُمْ، وَلَكِنِّي أَخْشَى عَلَيْكُمْ أَنْ تُبْسَطَ الدُّنْيَا عَلَيْكُمْ، كَمَا بُسِطَتْ عَلَى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، فَتَنَافَسُوهَا كَمَا تَنَافَسُوهَا، فَتُهْلِكَكُمْ كَمَا أَهْلَكَتْهُمْ**۔(54)"خدا کی قسم میں تم پر فقر کے آنے سے نہیں ڈرتا۔ لیکن اس بات سے ڈرتا ہوں کہ دنیا (مال و دولت) تم پر اس طرح پھیل جائے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر پھیلا تھا۔ تو تم بھی اس میں ایک دوسرے سے بڑھنے میں مقابلہ کرو جیسے انہوں نے کیا تھا اور تمہیں

بھی وہ برباد کر دے۔ جس طرح ان کو کیا تھا"

ایثار

ایثار یعنی صرف حق ادا کرنا مطلوب نہیں بلکہ دوسروں کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر ترجیح دینا۔ نبی رحمت ﷺ کی پوری زندگی خدمت خلق کے اسی اعلیٰ مرتبہ کی نمائندگی کرتی ہے۔ نبی کریم ﷺ کی زندگی تو ایثار کا اعلیٰ ترین نمونہ تھی۔ نعیم صدیقی لکھتے ہیں: معاشی لحاظ سے دیکھیے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنی کامیاب تجارت قربان کی اس سے حاصل شدہ سرمایہ اپنے مشن پر نچھاور کیا اور جب کامیابی کا دور آیا تو دولت کے ڈھیر اپنے ہاتھوں صرف اور تقسیم کیے۔ مگر اپنے گھر کے لیے فقر و فاقہ اور سادہ سی گزران کا عالم پسند کیا۔ اپنے گھروں والوں کے لیے کوئی اندوختہ نہیں چھوڑا کوئی جائیداد نہیں بنائی اور ان کے کوئی بالاتر مالی حقوق قائم نہیں کیے اور ان کے لیے کسی عہدے کی مستقل موروثی گدی نہیں چھوڑی۔ دربان اور خادم بھرتی نہیں کیے سواریاں جمع نہیں کیں کوئی سامان آرائش گھر میں پسند نہیں کیا۔([55]) **طالب ہاشمی لکھتے ہیں:** محسن عالم ﷺ کی سیرت طیبہ کے مطالعہ سے معیشت میں نبی کریم ﷺ کے لائے ہوئے انقلاب کا جو نقشہ ذہن میں ابھرتا ہے اس کا بنیادی نقطہ رزق حلال اور جائز ذرائع سے اس کے حصول جدوجہد ہے۔ مگر باب کسب حلال پر ہی ختم نہیں ہو جاتی۔ اسلام جائز ذرائع سے حاصل کیے مال پر بھی انسان کو کلی تصرف اور اختیار نہیں دیتا بلکہ اس پر کچھ ایسی شرائط اور پابندیاں عائد کرتا ہے جن پر عمل کرنے پر معاشرہ ایک ایسی جنت بن جاتا ہے جس سے شرف انسانی کا احترام بھی کرتا ہے اور انسان روحانی اور معاشی احتیاج کا علاج بھی۔۔۔۔ اس میں کمزوروں، اپاہجوں، بوڑھوں، بے روزگاروں، یتیموں بیواؤں اور ناداروں کے حق کو تسلیم کیا جاتا ہے۔([56])

صالح طرز زندگی بسر کرنے کا ذریعہ

مال و املاک کی صحیح حیثیت یہی ہے کہ وہ صالح طریقہ سے زندگی بسر کرنے کا ذریعہ ہے۔ حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ایک طویل حدیث میں ہے کہ نبی رحمت ﷺ نے مال کے بارے میں فرمایا: **فَمَنْ يَأْخُذُ مَالًا بِحَقِّهِ يُبَارَكُ لَهُ، وَمَنْ يَأْخُذُ مَالًا بِغَيْرِ حَقِّهِ، فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ**([57]) جو شخص مال کو جائز طریقے سے حاصل کرے گا، تو اس کے مال میں برکت ہو گی، اور جو اسے ناجائز طور پر حاصل کرے گا، تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی کھاتا رہے اور آسودہ نہ ہو۔

حرص مال کی ممانعت

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے: **عن أنس بن مالك، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال: «لو كان لابن آدم واد من ذهب، أحب أن له واديا آخر، ولن يملأ فاه إلا التراب، والله يتوب على من تاب»**([58]) "حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر آدمی کا ایک جنگل سونے کا ہو تو بھی آرزو کرلے کہ دوسرا ہو اور اس کا منہ نہیں بھرتی مگر قبر کی مٹی اور اللہ رجوع کرتا ہے اس کی طرف جو توبہ کرلے"۔ پھر فرمایا: **عَنِ ابْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ**

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا ذِئْبَانِ جَائِعَانِ أُرْسِلَا فِي غَنَمٍ بِأَفْسَدَ لَهَا مِنْ حِرْصِ المَرْءِ عَلَى المَالِ وَالشَّرَفِ لِدِينِهِ»(59)"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر بھوکے بھیڑیئے بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیئے جائیں تو وہ اتنا نقصان نہیں کرتے جتنا مال اور مرتبے کی حرص انسان کے دین کو خراب کرتی ہے"۔

محمد اشرف خان لکھتے ہیں:

"اس کی حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ انسانوں کو اپنا نائب بنا کر مجازی طور پر اپنے احکام اور نازل کردہ حدود و قیود کی پابندی کے ساتھ مختلف طبقات انسانیہ کو ان کے مفادات کو رعایت کرتے ہوئے اور ان کی صلاحیتوں کو روبکار لانے کے لیے مناسب سمجھے زمین دولت کا نجی مالک بنادے یہ نجی ملکیت آزاد اور انسانی چاہتوں کی پابند نہیں ہو گی۔ بلکہ حدود الٰہیہ سے مقید ہو گی مقید اسلامی نجی ملکیت کو ارتکاز دولت کا سبب بننے سے روک اسلامی معاشیات کی بنیاد قرار دیا"۔(60)

مال کی پس اندازی

اکتساب مال اور صرف مال کے ساتھ ساتھ اسلام مال کی پس اندازی کی بھی ممانعت نہیں کرتا بلکہ حضور اکرم ﷺ کی معاشی تعلیمات سے یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ فرد اپنے مال کا کچھ حصہ پس انداز تاکہ ورثاء کے حق کا تحفظ، اہل و عیال کی کی مالی پریشانی کا تدارک اور مستقبل اور قریب و بعید کے ضمن میں مالی تحفظ ممکن ہو اس موضوع کے تحت کتب احادیث میں بہت سی احادیث رسول اللہ ﷺ سے ملتی ہیں۔ حضرت کعب بن مالکؓ سے روایت ہے:وَقَالَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ مِنْ تَوْبَتِي أَنْ أَنْخَلِعَ مِنْ مَالِي صَدَقَةً إِلَى اللَّهِ وَإِلَى رَسُولِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «أَمْسِكْ عَلَيْكَ بَعْضَ مَالِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ» ، قُلْتُ: فَإِنِّي أُمْسِكُ سَهْمِي الَّذِي بِخَيْبَرَ(61)"کعب بن مالکؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے توبہ کرتے وقت یہ طے کیا کہ میں اپنے سارے مال سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے صدقہ کے طور پر دست بردار ہو جاؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے مال کا ایک حصہ اپنے پاس رکھ لو کیونکہ یہ تمہارے لیے بہتر ہو گا میں نے کہا مجھے خیبر میں جو حصہ ملا ہے میں اسے روک لیتا ہوں"۔

حضرت عمرؓ روایت کرتے ہیں:عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَبِيعُ نَخْلَ بَنِي النَّضِيرِ، وَيَحْبِسُ لِأَهْلِهِ قُوتَ سَنَتِهِمْ»(62)"حضرت عمر فاروقؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ بنو نضیر کے کھجور کے درختوں کے پھل کو فروخت کرکے اپنے گھر والوں کے لیے سال بھر کی خوراک محفوظ فرمالیتے تھے"۔

ارتکاز دولت

حضور اکرم ﷺ نے ارتکاز دولت کی ہر صورت کی اپنے قول و عمل سے نفی فرمائی۔ ارشادِ ربانی ہے:﴿وَٱلَّذِينَ يَكۡنِزُونَ ٱلذَّهَبَ وَٱلۡفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ فَبَشِّرۡهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ﴾(63)اور وہ کہ جوڑ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں خوش خبری سناؤ دردناک عذاب

کی۔ جس دن وہ تپایا جائے گا جہنم کی آگ میں پھر اس سے داغیں گے ان کی پیشانیاں اور کروٹیں اور پیٹھیں یہ ہے وہ جو تم نے اپنے لیے جوڑ کر رکھا تھا اب چکھو مزا اس جوڑنے کا۔ یہ نظام اس لیے ہے کہ: ﴿كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ ٱلْأَغْنِيَآءِ مِنكُمْ ﴾(64)" تا کہ دولت تم میں سے صرف مال داروں کے درمیان ہی دائرہ ہو کر نہ رہ جائے" معاشی زندگی کے باب میں آپ ﷺ کی عطا کردہ تعلیمات اور بنیادی تصورات اپنے معنی و مفہوم اور روح کے لحاظ سے انفرادیت کے حامل ہیں۔ یہ معاشی نظام کی وہ خشت اوّل ہیں جو اس کی پوری ساخت و تشکیل کو دنیا کے دیگر معاشی نظاموں سے ممتاز کرتی ہیں اور انسانیت کی فلاح و بہبود کی ضمانت عطا کرتی ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **لَوْ كَانَ لِي مِثْلُ أُحُدٍ ذَهَبًا، لَسَرَّنِي أَنْ لاَ تَمُرَّ عَلَيَّ ثَلاَثُ لَيَالٍ وَعِنْدِي مِنْهُ شَيْءٌ، إِلَّا شَيْئًا أَرْصُدُهُ لِدَيْنٍ**(65) "اگر میرے پاس احد جتنا سونا ہوتا تو ایسی صورت میں بھی میرے لیے یہی باعث راحت ہوتی کہ میں تین راتیں گزرنے تک اسے راہ خدا میں خرچ کر دوں اور اس مال میں سے اسی قدر بچا کر رکھتا ہوں جو قرض کی ادائیگی کے لیے ضروری ہوتا"۔ دولت خواہ جائزہ ذرائع سے ہی کمائی گئی ہو لیکن اگر اسے جمع کر کے رکھ دیا جاتا ہے اور وہ افراد معاشرہ کے درمیان گردش نہیں کرتی تو اس ذخیرہ اندوزی پر دردناک عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَوْبٍ دُونٍ، فَقَالَ: «أَلَكَ مَالٌ؟» قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «مِنْ أَيِّ الْمَالِ؟» قَالَ: قَدْ آتَانِي اللَّهُ مِنَ الإِبِلِ، وَالْغَنَمِ، وَالْخَيْلِ، وَالرَّقِيقِ، قَالَ: «فَإِذَا آتَاكَ اللَّهُ مَالًا فَلْيُرَ أَثَرُ نِعْمَةِ اللَّهِ عَلَيْكَ، وَكَرَامَتِهِ»**(66)" نبی رحمت ﷺ کی خدمت گھٹیا کپڑے پہنے ہوئے حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ کیا تمہارے پاس دولت ہے میں نے کہا جی ہاں۔ آپ ﷺ نے پوچھا کس قسم کی میں نے کہا اللہ نے مجھے اونٹ بکریاں، گھوڑے اور غلام عطا کیے ہیں۔ فرمایا جب اللہ تمہیں کوئی نعمت عطا فرمائے تو چاہیے کہ تمہاری ذات پر اس کے فضل و کرم کا اثر دیکھا جا سکے"۔

تفاوت رزق اور انسانی وقار

اسی طرح درجات رزق میں پائے جانے والے تفاوت کے حوالے سے قرآن مجید نے ایک بنیادی نکتہ یوں بیان فرمایا ہے: ﴿أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ۚ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُم مَّعِيشَتَهُمْ فِي ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا ۚ وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُم بَعْضًا سُخْرِيًّا ﴾(67) کیا تمہارے رب کی رحمت وہ بانٹتے ہیں ہم نے اُن میں ان کی زیست (زندگی گزارنے) کا سامان دنیا کی زندگی میں بانٹا اور اُن میں ایک دوسرے پر درجوں بلندی دی کہ ان میں ایک دوسرے کی ہنسی بنائے اور تمہارے رب کی رحمت ان کی جمع جتھا سے بہتر۔ تفاوت رزق میں یہ تفاوت تقاضائے ربوبیت اور حکمتِ الٰہیہ پر مبنی ہے۔

ڈاکٹر طاہر القادری لکھتے ہیں:

> یہ آزمائش اس لیے ہے کہ انسان حکم الٰہی کے مطابق دوسروں کے حق میں اپنے اوپر عائد ہونے والی ذمہ داری کس حد تک پوری کرتا ہے۔ اگر وہ یہ ذمہ داری نبھانے میں کوتاہی کرتا ہے۔ تو وہ اپنے

جرم کی سنگینی کے مطابق سزا کا حقدار ہے اور قرآن کی نظر میں سزا کی ایک صورت اس نعمت سے محروم کر دیا جانا بھی ہے جس کا حق اسلامی ریاست کو حاصل ہے۔([68])

حاصل کلام

سیرت رسول ﷺ کا معاشی جہت سے مطالعہ اسلام کی معاشی تعلیمات کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی سیرت مبارکہ سے ملنے والا نظام اعتدال و توازن کا حامل ہے۔ جہاں نہ تو انفرادی ملکیت کی نفی کر کے فرد کو اجتماع کے سامنے بے بس اور بے اختیار کر دیا گیا ہے اور نہ ہی انفرادی ملکیت کو وہ لامحدود دیت دی گئی ہے کہ جس سے معاشرے میں ارتکاز و اکتناز کا وہ لامحدود سلسلہ شروع ہو جائے کہ دولت چند ہاتھوں میں ہی مرتکز ہو کر رہ جائے بلکہ اسلام نے انفرادی ملکیت کو تسلیم کرتے ہوئے اس کو تصور امانت سے بدلا۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنی تعلیمات سے اس تصور کو وہ علمی اور فکری وضاحت عطا فرمائی جس کا عملی نمونہ صحابہ کرامؓ کی زندگیوں میں نظر آتا ہے۔ جنہوں نے صاحب ثروت ہوتے ہوئے اپنے وسائل اور معاشی ذخائر معاشرے کی فلاح و بہبود، دینِ حق کے ابلاغ و استحکام اور حضور نبی اکرم ﷺ کی جدوجہد کے فروغ و نفوذ کے لیے وقف کیا۔ نتیجتاً پورا معاشرہ ایک ایسے معاشی اور معاشرتی عدل کا مرقع بن گیا کہ تاریخ میں چشم عالم نے وہ نظارہ بھی دیکھا کہ پورے معاشرے میں کہیں بھی کوئی معاشی تعطل کا شکار یا محرومی میں مبتلا فرد موجود نہ تھا۔ آج جبکہ انسانیت دیگر دائرہ ہائے حیات کی طرح معاشی دائرہ میں مسائل کا شکار ہے۔ آج سیرت الرسول ﷺ سے ہی وہ راہنمائی مل سکتی ہے جسے لے کر ہم اس مثالی نظام کی طرف بڑھ سکیں جس کا نظارہ دورِ رسالت مآب ﷺ اور دورِ خلافتِ راشدہ میں ہو چکا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حواشی واحوالہ جات

[1] ۔ المومنون، ۲۳:۷۸۔۸۹

Al-Mu’minūn,23:78-89.

[2] ۔ الواقعہ، ۵۶، ۶۳۔۷۲

Al-Wāqiʿa,56:63:72.

[3] ۔ الحدید، ۵۷:۷

Al-Ḥadīd,57:10.

[4] ۔ الحدید، ۵۷:۱۰

Al-Ḥadīd,57:10.

[5] ۔ الانعام، ۶:۱۶۵

Al-ʾAnʿām,6:165.

[6] ۔ مسلم بن الحجاج، **صحیح مسلم**(بیروت: دار احیاء التراث العربی، س۔ن)، رقم:۱۰۳۶ ۔
Muslim Bin Al-Ḥajjāj,*Ṣaḥīḥ Muslim*(Baīrūt:Dār Aḥyā Al-Turāth Al-ʿarabī,n.d.),1036.

[7] ۔ الاعراف،۷:۱۰
Al-A'rāf,7:10.

[8] ۔ مسلم بن الحجاج، **الجامع الصحیح**، رقم:۱۷۲۸
Muslim Bin Al-Ḥajjāj,*Ṣaḥīḥ Muslim*, 1728.

[9] ۔ ابو داوٗد، سلیمان بن اشعث، **السنن ابو داوٗد**(الریاض: مکتبہ دار السلام،1998ء)، رقم: ۳۰۷۳۔
Abū Dā'ūd, Sulaīmān Bin Al-Ashʿath,*Sunan Abū Da'ūd*(Beīrūt: Dār al-Risālah al-ʿĀlamiyyah,2009), Ḥadīth #3073.

[10] ۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید، **سنن ابن ماجہ**(بیروت:: دار إحیاء الکتب العربیۃ، س۔ن)، رقم:۲۹۹
Ibn Māja, Muḥammad Bin Yazīd ,Sunan *Ibn Māja* (Beīrut: Dār al-Kitab Al-ʿarabīa, n.d.), Ḥadīth #299.

[11] ۔ العنکبوت،۲۹:۱۷
Al-ʿAnkabūt,29:17.

[12] ۔ المزمل،۷۳:۲۰
Al-Muzzammil,73:20.

[13] ۔ النساء،۴:۳۲
Al-Nisa, 4: 24.

[14] ۔ دیلمی، **الفردوس بماثور الخطاب**(بیروت: دار الکتاب العربی،۱۹۸۷ء)، رقم:۲۳۸۰۔
Dailmī, *Al-Firdaūs Bima Thaūr Al-Khiṭāb* (Beīrūt: Dār Al-Kitāb Al-ʿArabī, 1987 AH), No. 2380.

[15] ۔ ترمذی، **سنن الترمذی**(مصر: مکتبۃ مصطفی،1975ء)، رقم: ۱۲۱۰۔
Tirmadhī,*Sunan Al-Tirmadhī*(Misar: Maktaba Muṣṭafā,1975AD),No:1210.

[16] ۔ ترمذی، **سنن الترمذی**، رقم: ۳۰۵۔
Tirmadhī,*Sunan Al-Tirmadhī*,No:305.

[17] ۔ ابو داوٗد، **السنن ابو داوٗد**، رقم: ۳۰۷۳۔
Abū Dā'ūd, *Sunan Abū Da'ūd*, Ḥadīth #3073.

[18] ۔ ترمذی، **سنن الترمذی**، رقم: ۳۱۔
Tirmadhī,*Sunan Al-Tirmadhī*,No:31.

[19] ۔ ولی الدین تبریزی، **مشکاۃ المصابیح**(ملتان: مکتبہ امدادیہ)، رقم:۲۸۷۰۔
Walī al Dīn Tabrīzī, *Mishkāt al Maṣabīḥ* (Multān: Maktaba Imdadīa), 2870.

[20] ۔ الذریات،۵۱:۱۹
Al- Zāriyāt,51:19.

[21] ۔ ابو داوٗد، **السنن ابو داوٗد**، رقم: ۳۰۶۴۔
Abū Dā'ūd, *Sunan Abū Da'ūd*, Ḥadīth #3064.

[22] ۔ آلِ عمران،۳:۱۶۴

Āl e ʿimrān,3:164.

23 ۔ الجمعۃ، ۲:۶۲

Al-Jum'ah: 62:2.

24 ۔ رازی، فخر الدین، **تفسیر کبیر** (بیروت: دار الفکر، 1981ء)، 32:147۔

Razi, Fakhruddin, *Tafsir Kabir* (Beirut: Dar al-Fikr, 1981), 32:147.

25 ۔ احمد مصطفیٰ المراغی، **تفسیر المراغی** (بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1985ھ)، 1:217۔

Ahmad Muṣṭafa Al-Marāghī, *Tafsīr Al-Mara'i* (Baīrūt:Dār Aḥyā Al-Turāth Al-ʿarabī, 1985 AH), 1: 217.

26 ۔ مولانا ابو الاعلیٰ مودودی، **تفہیم القرآن** (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن 1949ء)، 1:112۔

Maulāna Abū ʻAlī Maudūdī, *Tafḥīm al-Qurān* (Lāḥore:Idāraḥ Tajmān Al- Quran, 1949), 1: 112.

27 ۔ ندوی، سید سلیمان، **سیرت النبی ﷺ** (کراچی: مجلس نشریات اسلام، ۱۹۸۲ء)، ۱۰

Nadavī, Syed Abū Al-Ḥassan Ali, *Sīrat al-Nabī* (Karachi: Majlis Nashrīyāt Islām, 1982), 10.

28 ۔ امین احسن اصلاحی، **تزکیہ نفس** (فیصل آباد: ملک سنز تاجران کتب خانہ، س۔ن): ۱۹:۶۲۰۔

Amīn Aḥsan Iṣlāhī, *Tazkīa-e-Nafs* (Faisalabad: Malik Sons Tājirān Kutub khānā, S.N): 19:620.

29 ۔ ملک شیر محمد خان اعوان، **عظمت مصطفیٰ ﷺ** (لاہور: صفہ پبلی کیشنز، س۔ن): ۷۵۔

Malik Sher Muhammad Khān Aʿwan, Aẓmat-e-Muṣṭafa (Lahore: Ṣufa Publications, S.N),75.

30 ۔ شیخ عمر فاروق، **سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ** (لاہور: بیت السلام پرنٹنگ پریس، ۲۰۱۰ء): ۴۱۔۴۳۔

Shaīkh ʿUmar Farūq, *Syedna Muḥammad Rasūlullah* (Lahore: Baīt-ul-Salām Printing Press, 2010 AH),41-43.

31 ۔ البقرہ، ۲:۲۸۴

Al-Baqaḥraḥ, 2:284.

32 ۔ البقرہ، ۲:۱۰۷

Al-Baqaḥraḥ, 2:107.

33 ۔ سید جلال الدین عمری، تزکیہ۔ قرآن کی ایک اصطلاح، حصہ (۲)، **تحقیقات اسلامی** ۲۶، نمبر ۴ (اکتوبر دسمبر ۲۰۰۷ء): ۳۷۷

Syed Jalaluddin Umri, Tazkia,Quran ki ak Istilah, (2),Tahqiqt-e- Islami, 26, Number 2 (October-December 2007),377.

34 ۔ النسائی، احمد بن شعیب، ابو عبد الرحمن، **السنن الکبریٰ** (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۵ء)، رقم: ۵۴۶۰۔

Al-Nisa'ī, Aḥmad ibn Shoʻaib, Abūu Abdul Raḥmān, *Al-Sunan Al-Kubra* (Baīrūt:Dār Al-Kutub Al-ʿilmiya,1995 AH),NO:5460.

35 ۔ عبد المصطفیٰ اعظمی، **میراث مصطفیٰ ﷺ** (کراچی: مکتبہ المدینۃ، باب المدینۃ، ستمبر ۲۰۰۸ء): ۶۱۸

'Abdul Muṣṭafa Aẓamī, *Mirāth-e- Muṣṭafa* (Karachi: Maktab Al Madinah, Bab Al Madinah, September 2007),618.

36 ۔ البقرہ، ۲:۲۵۴

Al-Baqaḥraḥ, 2:254.

37 ۔ البقرہ، ۲:۲۶۱

Al-Baqaḥraḥ, 2:261.

38 ۔ مسلم بن الحجاج، **الجامع الصحیح**، رقم: ۹۹۳

Muslim Bin Al-Ḥajjāj,*Ṣaḥīḥ Muslim*, 993.

39 ۔ التوبہ،۹:۱۰۳

Al-Tawbaḥ ,9:103.

40 ۔ اللیل،۹۲:۱۷۔۲۱

Al-Laīl, 92:17-21.

41 ۔ البقرہ،۲:۲۱۵

Al-Baqaḥraḥ, 2:215.

42 ۔ احمد بن حنبل، **مسند**،(بیروت:المکتب الاسلامی،۱۹۸۷ء)، رقم:۲۱۵۹۲ ۔

Ahmed bin Hanbal, *Musnad* (Beīrūt: Al-Maktab Al-Islāmī,2009 AH), 5:179.

43 ۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، **الصحیح البخاری**،(دار طوق النجاۃ،۱۹۹۰ء)،رقم:۱۳۵۶۔

Al-Bukhārī, Muḥammad bin Ismā'īl, *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī* (Berut: Ibn e Kathīr al-ymamah, 1990 AH), NO:1354

44 ۔ ترمذی، **سنن الترمذی**،رقم: ۲۳۵۲۔

Tirmadhī,*Sunan Al-Tirmadhī*,No:2352.

45 ۔ سید سلیمان ندوی، **خطبات مدارس**(کراچی: محمد سعید اینڈ سنز، س۔ن):۱۰۹۔۱۱۰۔

Syed Sulaīmān Nadvī, *Khutbat-e-Madāris* (Karāchi: Muhammad Saeed & Sons, S.N.),109-110.

46 ۔ محمد اکرم رضا، پروفیسر، اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا، **السیرۃ عالمی**۸، نمبر۸(۲۰۰۲ء):۵۸

Muhammad Akram Raza, Professor, *Aik Arab ny Admi k bol bula kar dia*,Al-Sirah Almi,8, NO,8(2002),58.

47 ۔ البخاری، **الصحیح البخاری**،رقم:۶۰۳۳۔

Al-Bukhārī, *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*, NO:6033

48 ۔ ترمذی، **سنن الترمذی**،رقم: ۱۸۷۔

Tirmadhī, *Sunan Al-Tirmadhī*, No:187.

49 ۔ ترمذی، **سنن الترمذی**،رقم: ۱۷۵۴۔

Tirmadhī, *Sunan Al-Tirmadhī*, No:1754.

50 ۔ البخاری، **الصحیح البخاری**،رقم:۶۰۸۱۔

Al-Bukhārī, *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*, NO:6071.

51 ۔ مسلم بن الحجاج، **الجامع الصحیح**،رقم:۲۴۲۶

Muslim Bin Al-Ḥajjāj,*Ṣaḥīḥ Muslim*, 2426.

52 ۔ شیخ عمر فاروق، **سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ**، ۴۴۱۔

Shaīkh ʿUmar Farūq, *Syedna Muḥammad Rasūlullah*,441.

53 ۔ محمد عبد الحکیم شرف قادری، **مقالات سیرت طیبہ** (لاہور: مکتبہ قادریہ، ستمبر ۱۹۹۳ء)،۳۰۔

54 ۔ ابن ماجہ، **سنن ابن ماجہ**، رقم:۸۷۸

Ibn Māja, ,*Sunan Ibn Māja*, Ḥadīth #878.

55 ۔ نعیم صدیقی، **محسن انسانیت ﷺ**(لاہور: الفیصل ناشران وتاجران کتب، ۲۰۱۴ء)،۵۷۔

N‘aīm Ṣiddīqui, *Muḥsin-e-Insāniyat* (Lahore: Al-Faisal Nashirān, 2014 AH),57.

56 ۔ طالب ہاشمی، **حسنت جمیع خصالہ** (لاہور: زاہد بشیر پرنٹرز، جون۱۹۹۷ء): ۳۴۰۔۳۴۱۔

Talib Ḥāshmi, *Hasunat Jami-‘u-Khiāālịḥ* (Lahore: Zahid Bashir Printers, June 1997),340-341.

57 ۔ ابن ماجہ، **سنن ابن ماجہ**، رقم:۸۷۶

Ibn Māja, ,*Sunan Ibn Māja*, Ḥadīth #876.

58 ۔ مسلم بن الحجاج، **الجامع الصحیح**، رقم:۲۴۱۵

Muslim Bin Al-Ḥajjāj,*Ṣaḥīḥ Muslim*, 2415.

59 ۔ ترمذی، **سنن الترمذی**، رقم: ۲۵۶۔

Tirmadhī, *Sunan Al-Tirmadhī*, No:256.

60 ۔ محمد اشرف خان، رسول اللہ ﷺ کے عہد کا اقتصادی و معاشی نظام، **نقوش۴**، نمبر۱۳(۱۹۸۳ء): ۷۳۰۔۷۳۳

Muhammad Ashraf Khan, *Rasūlullah k Ahd k Iqtisadi wa mashi nizam,* Naqush4, NO.13(1983),730-733.

61 ۔ البخاری، **الصحیح البخاری**، رقم:۲۶۰۶۔

Al-Bukhārī, *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*, NO:2606.

62 ۔ البخاری، **الصحیح البخاری**، رقم:۵۰۴۲۔

Al-Bukhārī, *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*, NO:5042.

63 ۔ التوبہ، ۹:۳۴

Al-Tawbaḥ ,9:34.

64 ۔ الحشر، ۵۹:۷

Al-Ḥashar,59:7.

65 ۔ ترمذی، **سنن الترمذی**، رقم: ۲۳۴۳۔

Tirmadhī, *Sunan Al-Tirmadhī*, No:2343.

66 ۔ ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، **السنن**، رقم:۴۰۶۳

Abū Dā’ūd, *Sunan Abū Da’ūd*, Ḥadīth #4063.

67 ۔ الزخرف، ۴۳:۳۲

Al-Zukhruf,43:32.

68 ۔ القادری، محمد طاہر، ڈاکٹر، **سیرۃ الرسول ﷺ کی اقتصادی اہمیت** (لاہور: منہاج القرآن پبلکیشنز، ۲۰۰۷ء)، ۴۳

Al-Qādrī, Muḥammad Ṭāhir, Doctor, *Sīrat-al-rasūl kī Iqtiṣādī Aḥmiat*(Lahore: Minḥāj-al-Qurān Publīcations,2007 AH), 43.